رسائل ومسائل

تحریکِ اسلامی: چند ذہنی اُلجھنیں

سوال: تحریک اسلامی سے وابستگی کے وقت آج کے یہ بوڑھے کارکن اس وقت جوان تھے، ان میں باہم کس قدر خلوص و تعاون تھا، یہ بہت ہی پُر جوش اور سرگرم تھے، جماعت کے کاموں میں ہر وقت لگے رہتے تھے، گویا اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔ لیکن آج یہ دکھائی دیتا ہے کہ آپس میں خلوص و قربت میں کمی پائی جاتی ہے۔ یہی حال سرگرمی اور لگن کا ہے جسے دیکھ کر مایوسی طاری ہونے لگتی ہے۔ کیا ایسے لوگوں سے توقع کی جائے کہ ان کے ذریعے کوئی خوش گوار انقلاب آسکے گا؟

جواب: آپ کے طویل سوال کا خلاصہ اُوپر درج کیا گیا ہے۔ جماعت اسلامی کے بارے میں جن خیالات اور تاثرات کا اظہار آپ نے کیا ہے، کئی لوگ ان احساسات کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ گویا جس تشویش میں آپ مبتلا ہیں، اس میں آپ منفرد نہیں ہیں۔ کبھی کبھی اس طرح کے وسوسے خود تحریک سے وابستہ لوگوں کی مجلسوں میں بھی سامنے آتے ہیں۔ ممکن ہے آپ عملاً تحریک سے وابستہ نہ رہے ہوں، مگر تحریک سے آپ کو گونہ تعلّق اور وابستگی ضرور ہے۔ ورنہ آپ یہ سوال کیوں کرتے!

بھائی میرے، تحریک کے ابتدائی دور میں، اس کو اپنانے والے چند نفوس ہوتے ہیں، وسائل مفقود ہوتے ہیں۔ یہ چند افراد اپنی توانائیوں، اپنی صلاحیتوں، اپنے اوقات اور اپنے مال اور محدود وسائل کے ساتھ تحریک کا کُل سرمایہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنا سب کچھ لگا کر تحریک کو جان بخشتے ہیں۔

۲۶/اگست ۱۹۴۱ء کا دن کس قدر روشن دن تھا جب ہندستان بھر سے ۷۵/افراد جمع ہوئے، اور انھوں نے جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی۔ تحریکی کام کا آغاز ۷۴ روپے کے حقیر سرمایے

سے ہوا، اور پھر یہ ننھی کونپل بڑھتے بڑھتے ایک تناور درخت بن گئی۔ ایک تحریک کا ابتدائی دور زریں دور ہوتا ہے۔ جذبات، جوش وخروش اور قربانی وجاں نثاری کے ولولوں کی فراوانی ہوتی ہے۔ اس دور میں تحریک کو جو کارکن ملتے ہیں وہ عموماً دل و جان سے تحریک پر قربان ہوتے ہیں۔ ان کا اخلاص، ان کی سرگرمیاں، ان کے باہمی تعلقات اور اخوت ومحبت مثالی ہوتی ہے۔ وہ سب کچھ دے کر بھی یہی تصور رکھتے ہیں کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اگرچہ انسان، انسان ہے، اور اس دور میں بھی خامیوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کا فقدان نہیں ہوتا۔ سلف کو دیکھ لیں، یا خود جماعت کا اوّلین دور۔ اس کے بعد تحریک کا وہ دور آتا ہے جب تحریک کے پاس مال و دولت کی کثرت اور وسائل و ذرائع کی فراوانی ہوجاتی ہے، تحریک کے ذریعے لوگوں کے مسائل حل ہونے لگتے ہیں، مناصب کے حامل لوگوں کی شخصیتیں بننے لگتی ہیں۔ اس دور میں بعض لوگ اپنے مفادات حاصل کرنے کی کوشش بھی کرنے لگتے ہیں، اور مفادات کی کشاکش بھی شروع ہوجاتی ہے۔ بعض صورتوں میں مقصد کے لیے لگن، نصب العین کے حصول کے لیے سرگرمیاں اور باہمی خلوص اور بے لوث محبتوں کی جگہ مفادات کا ٹکراؤ، ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی ہوس، مناصب کے حصول کی فکروکوشش اور اس طرح کے گھٹیا مقاصد نصب العین کی جگہ بھی لے لیتے ہیں۔ اس دورِ عبرت میں ایسے لوگ بھی تحریک میں گھس سکتے ہیں جو صرف اپنی شخصیتیں اُبھارنے، اپنی زندگیاں بنانے، اپنی دنیا تحریک کے ذریعے سدھارنے اور اپنے اثرات پھیلانے کے مقاصد سامنے رکھتے ہیں۔

اس دور کا ایک افسوس ناک پہلو یہ بھی ہوتا ہے کہ پرانے جاں نثار اپنی پستی کا ماتم تو کرتے رہتے ہیں، لیکن عملی طور پر خود بھی ان نوواردوں کے بُرے کردار سے متاثر ہونے لگتے ہیں۔ وہ اپنے شان دار ماضی کے تذکروں سے دل کا غم دُور کرنے میں اپنے عزیز اوقات صرف کرنے لگتے ہیں، لیکن اپنے حال کو ماضی کا آئینہ دار بنانے کی فکروکوشش کی ہمت نہیں کرتے۔ جاں فروشی، جاں سپاری، جان و مال کی قربانی اور تحریکی شعور اور لگن کی باتیں تو بڑی دل سوزی اور زورِ زبان کے ساتھ کرتے ہیں اور وقت کا بڑا حصّہ اسی میں صرف کرتے ہیں___ لیکن عمل کے میدان میں کچھ کر دکھانے اور اپنے کمزور ساتھیوں میں حوصلہ اُبھارنے اور انھیں اخلاقی اعتبار سے اُونچا اُٹھانے کی ہمت سے وہ بھی محروم ہوچکے ہوتے ہیں۔ خرابیوں کے اسباب ومحرکات اِدھر اُدھر تلاش کرنے میں

زبردست دانشوری اور کمال بصیرت کا اظہار کرتے دکھائی دیتے ہیں، لیکن اپنے اندر جھانکنے اور مرض کی اصل جگہ پر انگلی رکھنے کی ہمت نہیں کرتے۔ یا تو وہ مرض کو پکڑنے کی ہمت اور بصیرت سے محروم ہوتے ہیں، یا جانتے بوجھتے خود کو اور خلقِ خدا کو فریب دیتے ہیں۔

صحیح بات یہ ہے کہ جن باشعور افراد کو یہ احساس ہو کہ تحریک کے کارکن خلوص کھو چکے، جمود طاری ہو چکا، کارکنانِ تحریک اپنے مفاد کی خاطر ٹکرانے لگے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ مرثیہ خوانی کی عادت چھوڑ دیں۔ مرثیہ خوانی شکست پر مطمئن ہونے کی مستقل علامت ہے۔ اصلاح اس کے بغیر ممکن نہیں کہ آدمی آگے بڑھ کر وہ سب کچھ خود کرنے لگے جو اس کے نزدیک تحریک کے دوسرے غافل کارکن نہیں کر رہے ہیں۔ آدمی دوسروں کی فکر میں سرگرداں رہنے کے بجائے اپنی فکر میں لگ جائے، جن قربانیوں اور سرگرمیوں کی وہ دوسروں سے توقع کر رہا ہے وہ توقعات خود پوری کرنے لگے، اور لوگوں کی جن بُرائیوں اور کمزوریوں پر وہ تشویش اور مایوسی کا شکار ہوا جا رہا ہے ان سے اپنی ذات کو محفوظ رکھے، اپنی سعی و جہد اور اخلاص و قربانی سے مایوسی اور بے ہمتی کی فضا کو حوصلے اور اُمید کی فضا میں بدل دے، تاکہ قافلے کی سعید روحیں اس کو دیکھ کر اپنی زندگی سے شرمانے لگیں، اور اس کا حوصلہ دیکھ کر خود کو حوصلہ مند محسوس کرنے لگیں۔

تحریک کی زبوں حالی دیکھ کر آپ جس تشویش اور مایوسی میں مبتلا ہوں، کیا آپ نے اپنی اس روش پر سنجیدگی سے غور کیا۔ جو سوال آپ نے اُٹھایا ہے اس کا جواب پا کر، کارکنوں کے حق میں ملامت کے کچھ الفاظ کہہ کر یا کہلوا کر، کیا آپ اپنے فریضے سے سبک دوش ہو جائیں گے؟ کیا اس طرح خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کر کے آپ سمجھتے ہیں کہ آپ خدا کے نزدیک بری الذمہ ہو گئے اور آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہی ہے تو یقین کیجیے کہ آپ بہت ہی غلط اور نازک مقام پر کھڑے ہیں، اور اس نازک مقام پر آپ ہر وقت خطرے میں ہیں۔ کسی وقت بھی آپ اس مقام سے انتہائی پستی میں گر سکتے ہیں۔ اگر واقعی آپ یہ احساس رکھتے ہیں کہ خدا کے دین کی تحریک مضمحل ہو رہی ہے، خدا کا دین رُسوا ہو رہا ہے، کارکنانِ تحریک شرم ناک کردار کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو ایک لمحہ ضائع کیے بغیر آپ میدان میں آئیے، ہمت سے کام لیجیے، اپنے رب سے کیے ہوئے عہد کو نباہنے کی کوشش کیجیے اور تحریک کے ناکارہ کارکن جو کچھ نہیں کر رہے ہیں آپ

وہ سب کچھ کرنے کی ہمت کیجیے۔ تحریک ان کارکنوں کی نہیں آپ کی ہے، آپ کے رب کی ہے۔ دین اس کا ہے جو اس کے تقاضے پورے کرے اور اس کی خدمت کے لیے کمر ہمت باندھ لے۔ آپ اس پختہ عزم کے ساتھ اُٹھیے کہ میں اپنے رب کا دین ان غفلت شعاروں کے ہاتھوں ہرگز رُسوا نہ ہونے دوں گا۔ میں ہرگز اس صورتِ حال کو برداشت نہ کروں گا۔ کوئی ساتھ نہ دے تو میں اکیلا آگے بڑھوں گا اور یہ خطا کار جو نہیں کر پا رہے ہیں اللہ کی حمایت سے میں کر کے دکھاؤں گا۔ یہ لوگ جس قدر کمزوری دکھائیں گے، اسی قدر حوصلے سے میں آگے بڑھوں گا۔

اگر آپ واقعی اس فکر و تشویش میں مخلص ہیں اور تحریک کی زبوں حالی پر آپ دل میں درد محسوس کر رہے ہیں تو آپ مُردہ جسموں میں روح پھونکنے والے ہوں گے نہ کہ محض مرثیہ پڑھنے والے، اور دوسروں کی ملامت سے نفس کو غذا فراہم کرنے والے۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ واقعی آگے بڑھیں تو آپ ہرگز میدان میں اکیلے نہ رہیں گے۔ تحریک میں سعید روحوں کی کمی نہیں ہوتی، انھیں کسی محرک اور مہمیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ ضرورت صرف اس کی ہے کہ اس کے اندر خیر خواہ اور باہر کے محسنین صرف مرثیہ خوانی اور ماتم و ملامت کو اپنا شعار نہ بنائیں، اور تنقید و تجزیہ کرتے رہنے ہی کو آخری فرض نہ سمجھیں، اور اسی عمل پر اطمینان کیے بیٹھے نہ رہیں۔ آخر جو لوگ کارکنوں کی کمزوریوں کو نمایاں کرنے میں اور تحریک پر آنسو بہانے میں وقت صرف کرتے ہیں وہ حوصلہ مندوں کی طرح آگے بڑھ کر خود علَم کیوں نہیں اُٹھاتے۔

تحریک سے دردمندی کا اظہار کرنے والوں کا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ جن کوتاہ کاریوں پر ان کا دل کُڑھ رہا ہے ان سے اپنی زندگی کو بلند رکھیں اور جن خوبیوں کو وہ دوسروں میں دیکھنا چاہتے ہیں ان کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے لگ جائیں۔ دوسروں کی زندگی اور دوسروں کے دل پر بلاشبہہ قابو نہیں ہوتا، مگر اپنے دل تو ہمارے قبضے میں ہیں۔ دوسروں کو سدھارنے کی آرزو سے پہلے خود کو سدھارنے کی کوشش کیجیے، دوسروں کو جس مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں خود کو پہلے اس مقام پر کھڑا کیجیے۔ اگر یہ ہمت نہیں ہے، تو پھر یاد رکھیے آپ کے حصے میں ماتم اور مرثیہ خوانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ آپ محرم کا انتظار کیے بغیر سال کے ۱۲ مہینے ماتم کرتے رہیے، خود بھی روئیے دوسروں کو بھی رُلائیے اور زندگی سے محرومی کو اپنا مقدر سمجھیے۔

جواباً جو میں نے یہ عرض کیا کہ کوتاہیاں بالعموم اس وقت پیدا ہو جاتی ہیں جب تحریک میں وسائل اور دولت کی فراوانی ہوتی ہے تو اس جواب کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس وقت تحریکِ اسلامی میں بالفعل یہ ساری کمزوریاں دَر آئی ہیں اور کارکنان واقعتاً اسی پستی تک اُتر آئے ہیں۔ میرا اپنا تاثر یہ ہے کہ تحریک الحمدللہ ابھی بڑی حد تک ان تمام کمزوریوں سے محفوظ ہے۔ میں نے جن خرابیوں کی طرف اشارے کیے ہیں، ممکن ہے کہیں کہیں وہ نمودار ہوگئی ہوں لیکن بحیثیت مجموعی اللہ کے فضل و کرم سے تحریک ابھی ان خرابیوں سے بڑی حد تک پاک ہے۔ اگر آپ حقیقت پسندانہ انداز میں جائزہ لیں تو آج بھی تحریک کے کارکنوں میں اخلاص، سرگرمی، لگن اور نشاط پائیں گے، اور بجا طور پر ہم تحریک سے اچھی توقعات وابستہ کر سکتے ہیں۔ بعض کارکنان میں وہ کمزوریاں ہوسکتی ہیں، جن کی آپ نے نشان دہی کی ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ جس مقام پر آپ رہتے ہیں سوے اتفاق سے وہاں اسی قسم کے افراد جمع ہوگئے ہوں، اس لیے میں یہ تو نہیں کہتا کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ آپ کا وہم ہے، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ پوری تحریک پر اس مطالعے اور مشاہدے کو چسپاں کرنا تحریک کے ساتھ بھی زیادتی ہے اور اپنے لیے بھی مایوسی کی راہ ہموار کرنا ہے۔ آپ اپنے چاروں طرف دینی زندگی کے جو آثار دیکھ رہے ہیں اور جن مجاہدانہ عزائم اور کارناموں کی سماعت سے آپ کے ایمان میں حرارت پیدا ہوتی ہے، آپ کیوں بھول جاتے ہیں کہ یہ بیش تر تحریکِ اسلامی کے مثبت اثرات ہیں اور بہت سے خاموش اثرات وہ ہیں جن تک بعض اوقات نگاہ بھی نہیں جاتی لیکن بہت ہی دھیمے اور مستحکم انداز میں وہ خوش گوار انقلاب کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ بدترین ماحول میں دین سے وابستہ رہنا، اور اس کے غلبے کے لیے جان و مال لٹانا، یہ تحریکِ اسلامی ہی کے فیوض و برکات ہیں۔

میں مانتا ہوں کہ آپ کے کچھ ساتھی کمزور اور خام بھی ہوسکتے ہیں، لیکن آپ صرف انھی کو کیوں نگاہ میں رکھتے ہیں۔ تحریک کے جاں نثاروں پر بھی نگاہ رکھیے، جو خود بھی روشن ہیں اور تحریک کی تاریخ کو بھی روشن کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں کی تعداد بلاشبہہ تحریک میں کم نہیں ہے۔ چند اخلاقی مریض ہر تحریک میں گھس آتے ہیں جن کا کام خلفشار پھیلانا، آپس میں بدگمانیاں اور بداعتمادیاں پیدا کروانا اور غیبت، چغل خوری اور عیب چینی کرنا ہوتا ہے۔ یہ لوگ شخصیتوں کو

نظروں سے گرانے، کرداروں کو داغ دار بنانے اور بُغض و عناد کے بیج دلوں میں بونے کی مہم میں سرگرم رہتے ہیں۔ یاد رکھیے ان کی حوصلہ افزائی ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ یہ چرب زبان بڑے خیرخواہانہ انداز میں تحریک کے لیے انتہائی دل سوزی کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر یہ تحریک کے لیے زہریلے ناگوں سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ ان سے تحریک کو بچانا بہت ضروری ہے۔ ان کی ہمت شکنی کرنا اور ان کو دراندازی کا موقع نہ دینا اور ان سے تحریک کو پاک رکھنے کی کوشش کرنا تحریک کی زبردست خدمت ہے۔ یہ تھوڑے ہوتے ہیں لیکن ان کا نقصان بہت زیادہ اور دُوررس ہوتا ہے۔

آپ مایوس ہرگز نہ ہوں۔ اس ملک میں ان شاء اللہ اسلامی تحریک کامیاب ہورہی ہے۔ یہ محض خوش فہمی نہیں بلکہ اللہ کی سنت کا شعور ہے۔ بے شک تحریک کے ساتھی کمزور ہیں، حالات سخت ہیں، ماحول مخالف ہے، لیکن یاد رکھیے خدا قوت و طاقت کا سرچشمہ ہے اور حالات کسی عالمی طاقت یا حکومت کے قبضے میں نہیں ہیں بلکہ جلال و جبروت والے خدا کی چٹکی میں ہیں۔ جس خوش گوار اسلامی انقلاب کا آپ انتظار کر رہے ہیں وہ آپ کی قوت و طاقت سے نہیں آئے گا۔ آپ کو تو آپ کا رب اپنی راہ پر صرف رواں دواں دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ کارکنوں کے کمزور بازوؤں کے بل بوتے پر نہیں ہوتا بلکہ عزیز و قدیر کی بے پناہ قوت و طاقت اور قدرت و نصرت کے سہارے ہوتا ہے۔ وہ صرف ۳۱۳ کو اپنی زندگی بھر کی پونجی کے ساتھ مصروفِ جہاد دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے فداکار اپنے ٹوٹے پھوٹے وسائل اور شکستہ ہتھیاروں کے ساتھ میدان میں اُتر پڑیں اور جاں نثاری کا ثبوت دیں۔ پھر وہ کمان اپنے ہاتھوں میں لے لیتا ہے اور ایسی فتح و نصرت نصیب فرماتا ہے کہ قوموں کی تاریخ بدل جاتی ہے۔ یہ ہماری تاریخ ہے اور اس تاریخ کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہیے۔ (مولانا محمد یوسف اصلاحی)